تعلیماتِ اشرفیہ

(منظوم)

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

تشریح

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ

ترکِ دنیا کر، نہ ہر لذّت کو چھوڑ
معصیت کو ترک کر غفلت کو چھوڑ

نفس و شیطاں لاکھ درپے ہوں مگر
تو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

تعلیماتِ اشرفیہ

(منظوم)

ناشر

یادگار خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ پوسٹ کوڈ 54000
بالمقابل چڑیا گھر شاہراہِ قائدِ اعظم۔ لاہور پوسٹ بکس نمبر 2074
فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاءُ السنّۃ (رجسٹرڈ) نصیر آباد باغبان پورہ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون: 6551774 -
Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

ناشر : انجمن احیاء السنہ
تزئین و آرائش : خواجہ افضل کمال، اینگلز کمیونیکیشنز
خطاطی : نثار النبی

ملنے کے پتے

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم۔ لاہور پوسٹ بکس نمبر 2074 پوسٹ کوڈ 54000

فون: 042-6373310 فیکس: 042-6370371

انجمن احیاء السنہ

نفیر آباد، باغبانپورہ۔ لاہور پوسٹ کوڈ 54920 فون: 042-6551774

نگران اشاعت | ڈاکٹر عبدالمقیم خلیفۂ مجاز: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش ۳۲۔ راجپوت بلاک، نفیر آباد باغبانپورہ، لاہور۔

فون: 042-6551774 موبائل: 0300/0321/0334/0313-9489624

پیش لفظ

تعلیمات اشرفیہ منظوم حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا وہ کلام ہے جس میں خواجہ صاحب نے حکیم الامّت مجدد الملت حضرت تھانوی قدس سرہ کی تعلیمات کو قطعات کی صورت میں منظوم فرمایا ہے ۔

حکیم الامت قدس سرہ نے امت کی اصلاح و تربیت کے لیے جو حکیمانہ نسخے تجویز فرمائے خواجہ صاحب نے ان کو اشعار کے خوب صورت پیرایہ میں دل نشین کر دیا تصوف کی مشکل ترین اصطلاحات کو آسان پیرایہ میں پیش کرنا خواجہ صاحب کا کمال ہے ۔

لیکن اوّل تو ذوق شاعری کم ہوگیا نیز اصطلاحی الفاظ محض شعری بندش سے آسان نہیں ہو جاتے اس لیے فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہ نے حضرت خواجہ صاحب کے کلام کی آسان اُردو شرح مرتب فرمائی جس میں حضرت تھانوی کی تعلیمات کی روح بھی نمایاں رہے اور خواجہ صاحب کی تعبیر کا مطلب بھی واضح طور پر سمجھ میں آسکے الحمدللہ حضرت مفتی صاحب کی ان تشریحات کے بعد خواجہ صاحب کے کلام کو سمجھنا اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت کی مجددانہ تعلیمات سے فائدہ اٹھانا آسان ہوگیا۔ یہ کتاب سب سے پہلے سہارنپور سے شائع ہوئی تھی جو اَب بالکل نایاب ہے انجمن احیاء السنۃ کے عظیم کارکن جناب عبدالمقیم صاحب نے ایک نسخہ تلاش کر کے نہایت خوب صورت انداز سے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے ۔ حق تعالےٰ قبول فرمائیں ! والسلام

(حضرت مولینا) مشرف علی تھانوی (دامت برکاتہم)
شیخ الحدیث، مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن ۔ لاہور

موجودہ زمانے کے امیر خسرو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ کی وفات کے بعد بہت بے قراری کے عالم میں ایک سال گذار کر ۱۳۶۳ھ میں وصال فرما گئے یہ کلام آخر ۱۳۶۲ھ اور آغاز ۱۳۶۳ھ کا ہے نہایت اہم مضامین اور پورے طریق وفن کا خلاصہ سمندر کو کوزہ میں بند فرما گئے ہیں۔ عنوانات اور حل وشرح کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔ ان ارشادات کے اہم، مفید، فن کا نچوڑ اور اسرار کا انکشاف ہونے کو خود بھی اس طرح فرما گئے ہیں۔

بڑ سے اکتاؤ نہ تم مجذوب کی ۔۔۔ پھر یہ سُن پاؤ گے افسانہ کہاں
کر رہا ہے فاش رازِ حُسن و عشق ۔۔۔ پھر ملے گا ایسا دیوانہ کہاں
یہ تپش یہ تفتہ جانی پھر کہاں ۔۔۔ سُن لو یہ آتش بیانی پھر کہاں
پھر کہاں مجذوب کی یہ شورشیں ۔۔۔ یہ طبیعت کی روانی پھر کہاں

گویا ساتھ ساتھ اشارہ بھی فرمایا ہے کہ یہ قطعات شرابِ معرفت کے آخری جام ہیں۔ نور اللہ تعالیٰ ضریحہ۔ چوں کہ یہ مضامین شیخ کے فیض سے حاصل ہوتے اس لیے خواجہ صاحب نے بھی ان کا نام تعلیماتِ اشرفیہ رکھا ہے اور ایک عجیب تواضع کے رنگ میں اس کو اس طرح فرمایا۔ نقل ارشادات مرشد میکنم آنچہ مردم میکنند بوزینہ ہم

یعنی جیسے بندر انسان کی نقل کرتا ہے میں بھی حضرت مرشد حکیم الامت قدس سرہ کے ارشادات کی نقل کرتا ہوں غرض عالم معرفت کے عاشق کامل کی اصل خلیفۂ عاشق کی نقل یہ دوآتشہ شراب پیش ہے ۔ (جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

پریشانی کا عِلاج

قبض[1] میں بھی بسط[2] کا تُو لُطف لے
بے تسلّی بھی تسلّی چاہیے

ہے[3] جلالی تو جمالی گو نہیں
چاہے جیسی ہو تجلّی چاہیے

یعنی دل کی گھٹن اور ہر مصیبت و پریشانی کے وقت بھی خوشی کا مزہ لینا چاہیئے بے ظاہری اسباب تسلی کے بھی حقیقی تسلی حاصل کرنی چاہیے کہ ان کی توجہ تو ہم پر ہے گو جلال کے ساتھ ہے جمال کے ساتھ نہیں کیونکہ عشق میں تو جلوہ ہی ہزار نعمت ہے وہ کسی طرح سے بھی ہو مگر ہو تو سہی ۔

اِصلاح کا گُر

اِصلاح میں اپنی کر نہ سُستی
ہمّت پہ ہے منحصر[4] درستی

فرما گئے ہیں حکیم الاُمّت
سُستی کا علاج بس ہے چُستی

یعنی اصلاح نفس اور دینی حالت کے درست ہونے کا راز اور اس زبردست

---

[1] دل کی گھٹن [2] کشادگی فرحت [3] اوصاف الٰہی میں سے جلال و قہر کی صفت کا جلوہ اور جمالی صفت لُطف و کرم کا۔
[4] گھر ہی ہُوئی یعنی ہمت سے ہی درستی ہوگی۔

کام کی سہولت کا گر ایک بہت معمولی اور ذرا سی ہمت کر کے کام میں لگنا ہے پھر حق تعالیٰ کی طرف سے غیب سے مدد اور کشش ہوتی ہے اس لیے سستی نہ کرو ہمت کر کے لگ جاؤ اگر یہ ذرا سی ہمت نہ کی تو ہمیشہ محرومی رہے گی اور سستی کا علاج چستی ہے کہ نفس سست بنائے تم اس کے خلاف کر کے چست بنو اس کو سستی کی سزا دو چستی سے کام کرو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد دینداری حاصل ہو جائے گی یہ اصول ہر وقت نظر میں رہنا چاہیے

دو جہان کی راحت کی کنجی

رکھ ہمیشہ نظر میں دو باتیں ۔۔۔ اے دو عالم کی خیر کے طالب
طبع غالب نہ عقل پر ہو کبھی ۔۔۔ اور نہ ہو عقل شرع پر غالب

مسلمان مسلمان سے ہے دین کا کام کرے یا دنیا کا اس کی بھلائی اور خیر و برکت کا اصل راز اور مختصر سا گر یہ ہے اسی سے دونوں جہان کی کامیابیاں پاؤں چومنے لگیں گی کہ طبیعت کو عقل پر غلبہ نہ پانے دو اور عقل کو شریعت سے باہر نہ نکلنے دو جی چاہتا ہے کہ فلاں کام یا یہ بات کرو عقل بتاتی ہے کہ اس میں نقصان ہے تو عقل کو غالب کرو اس کی مانو عقل کہتی ہے کہ رشوت سود چوری خیانت وغیرہ وغیرہ گناہوں کے بارہ میں کہ یہ سب فائدہ مند ہیں شریعت کہتی ہے کہ یہ کام ناجائز ہیں گناہ ہیں تو شریعت کو غالب رکھو اور ان کو چھوڑ دو پھر برکت ہی برکت ثواب ہی ثواب ہے۔

ذکر میں کیف نہ ہونے پر قلق نہ ہونا چاہیے

چاہے اطمینان اگر مجذوب تو
کر نہ کیفیات[1] کی ہرگز ہوس
عقل و ایمان ہیں رفیق دائمی
آنی جانی اور سب چیزیں ہیں بس

دل کا مزہ اور کیفیت آنی جانی چیز ہے کبھی ہوتی ہے کبھی نہیں اگر ان کی یہ فکر ہوگی کہ یہ ہمیشہ رہیں تو ہمیشہ ہی فکر اور بے اطمینانی رہے گی کیوں کہ یہ ہمیشہ کی چیز ہی نہیں لہٰذا اگر اطمینان چاہتے ہو تو ان کی ہوس ہی چھوڑ دو اور ہمیشہ ساتھ رہنے والی چیز دین اور عقل ہیں ان پر اطمینان رکھو۔

نفس پر کبھی اطمینان نہ کرو

کر نفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو
سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو
اس کو پچھاڑ کر بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ
ہر وقت اس پچیت[2] سے رہ ہوشیار تو

انسان نفس و شیطان کی اور ایمان کی جنگ میں مبتلا فرمایا گیا ہے جب انسان اس میں انتہا درجہ کا کامیاب ہو جاتا ہے تو فرشتوں سے بھی اس کا درجہ بڑھ جاتا ہے کہ جن کی عبادت بے جنگ ہے اور اگر ناکام ہوتا ہے تو گرتے گرتے شیطان

---

[1] قلق، وارد ہونے والے احوال [2] داؤ پیچ کرنے والا

ہو جاتا ہے اس لیے جنگ کرو اگر وہ غالب آجاتے اور گناہ صادر ہو جائے تو پھر بھی بار بار جنگ کرو ہمت نہ ہارو

سینکڑوں بار بھی ہار جاؤ اور گناہوں میں مبتلا ہو جاؤ تو بھی ہمت نہ ہارو پھر قابو پانے کی کوشش کرو ایک ایک دن پچھاڑ لو گے اور جب پچھاڑ لو اور بہت سے گناہ چھوٹ جائیں تو اس سے بے فکر نہ ہونا اور اس پر اطمینان نہ کرنا اسے ہارا ہوا اور پچھڑا ہوا نہ سمجھنا یہ بڑا چالاک ہے پھر داؤ چلے گا پھر چلے گا اسے تو کچلتے ہی رہنا چاہیے۔

نفس کی اصلاح سے نا اُمید نہ ہونا چاہیے

نہ چت کر سکے نفس کے پہلوان کو ۔۔۔ تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کُشتی تو ہے عُمر بھر کی ۔۔۔ کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

بعض آدمی یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ کیا کریں عادت پڑی ہوئی چھوٹتی ہی نہیں یا ویسے بھی کوئی بُری بات ہوتی ہے اور وہ نہیں چھوٹتی تو گویا وہ نفس کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال رہے ہیں تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جنگ تو عمر بھر کی جنگ ہے یوں ہاتھ پاؤں ڈھیلے ڈالنا مردوں کا کام نہیں ہے ہمت جوانمردی اور مردانگی یہ ہے کہ اگر کبھی وہ دبا لیتا ہے تو کبھی ہم دبالیں وہ ہر وقت ہماری فکر میں ہے ہم اس کی فکر میں رہیں اور اس کے دبانے کی تلافی توبہ سے کرتے رہیں۔ جنگ میں ایسے ہی ہوتا ہے جس نے بزدلی کی اور ہتھیار ڈال دیئے یا ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیئے وہ ہمیشہ کو گیا جو کامیاب ہوا وہ فرشتہ صفت ہو گیا۔

فائدہ معلوم نہ ہونے پر بھی کام نہ چھوڑیئے

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی — بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ[1] محبت کا قائم ہی رکھے — جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

یہ بھی کوئی عشق و محبت کی بات ہے عبادت میں مزا اور دلی کیفیت معلوم نہ ہو اور سکون دلجمعی حاصل نہ ہو تو نفلوں اور درود وظیفوں کو چھوڑ بیٹھے محبت تو یہ ہے کہ ناکامی بھی ہوتی تو اور کام میں لگتے محبت ٹوٹتی تو اور جوڑتے اور یہاں تو ناکامی بھی نہیں اصل مقصود حق تعالےٰ کی رضامندی اور ثواب ملنا ہے لہٰذا اگر معمولات کا سلسلہ چھوٹ جائے تو پھر شروع کیا جائے پھر چھوٹے تو پھر جوڑ دیں پھر چھوٹے تو پھر کریں دُھن میں لگے رہیں

محنت اور مشقت سے ہی پھل ملتا اور مزیدار ہوتا ہے

رہِ عشق میں ہے تگ و دو[2] ضروری — کہ یوں تا بمنزل[3] رسائی نہ ہوگی
پہنچنے میں حد درجہ جب ہو مشقت — تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

منزل تک تو چلنے سے ہی پہنچنا ہوگا گھر بیٹھے منزل نہیں آتی خدا کی محبت کی راہ میں بھی دوڑ دھوپ کرتے ہی رہنا چاہیے آخر ایک دن منزل نظر آ ہی جائے گی اور محنت مشقت سے گھبرانا نہ چاہیے کہ جتنی مشقت ہوگی اتنی ہی پھر راحت بھی تو ہوگی

---

[1] تعلق [2] دوڑ دھوپ [3] منزل مقصود تک

دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی۔

اپنے نا اہل ہونے پر نہیں اُن کے کرم پر نظر رکھیے

کہاں تیری مجذوب ژولیدہ حالی[1]　　کہاں باریابی[2] درگاہ عالی
مگر ہو نہ مایوس پھر بھی کرم سے　　یہ حسرت بھی تیری نہ جائے گی خالی

گو ہم گنہگار ہیں گندے ہیں باریابی کے اہل نہیں ہیں لیکن انشاءاللہ یہ حسرت شکستگی خالی نہ رہے گی کرم دستگیری کرے گا وہ اہل بھی بنا دے گا مایوس نہ ہونا چاہیے کام میں اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق لگے رہنا چاہیے اس میں کوتاہی نہ ہو تو کرم ضرور متوجہ ہوگا۔

رکاوٹیں ہمارے اپنے اندر ہیں راہ میں نہیں

تجھ کو جو چلنا طریق عشق میں دشوار ہے　　تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو رہرو[3] رُک رہا ہے ٹھوکریں　　لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

طلب اور ہمت کی کمزوری سے ہی یہ راہ دُور دراز اور سخت معلوم ہو رہی ہے ورنہ بالکل سہل سیدھی اور ہموار سڑک ہے جس پر لاکھوں کروڑوں چل چکے اور چل رہے ہے

---

1. خراب حالت　2. حق تعالےٰ کی بارگاہ میں پہنچنا　3. راہ چلنے والا

ہیں اس لنگڑے پن کو دور کر کے طلب اور ہمت کو قوی کر کے چلیے پھر دیکھیے کیا سیدھا صاف اور کشادہ راستہ ہے۔

دیر طلب کی کمزوری سے ہے

طلب تیری مجذوب اگر تام[1] ہے ابھی زیبِ[2] پہلو دل آرام ہے
یہ کوشش جو تیری ہے کوشش نہیں وہ کوشش ہی کب ہے جو ناکام ہے

سچی طلب پر کامیابی اور کوششوں کے بار آور فرما دینے کا وعدہ ہے اگر طلب سچی اور پوری ہو اور کوشش کوشش کہلانے کے درجہ کی ہو تو کامیابی ضروری ہے کامیابی میں دیر ہونے سے سمجھ لیا جائے کہ طلب اور کوشش میں کمی ہے ان کو اور بڑھایا جائے ورنہ اگر طلب اور کوشش پوری ہوتی تو وعدہ کے موافق کامیابی ہوتی۔

ہر قابلیت کے موافق الگ کام ہے

یہ مجذوبِ وحشی کو مثلِ اپنے سالک[3] بٹھانا جو حجرے میں تو چاہتا ہے
سرشت[4] اپنی اپنی ہے ظرف اپنا اپنا مرا جذب میدانِ ہُو چاہتا ہے

ہر مزاج الگ ہر طبیعت الگ حالات الگ کیفیتیں الگ اس لیے جو شیخ محقق ہیں

---

[1] پوری [2] بغل کی زینت محبوب ہو جاتے [3] راہ خدا کو بے ہوشی سے طے کرنے والا مجذوب اور ہوش و حواس سے طے کرنے والا سالک ہے [4] خمیر۔

وہ ہر قابلیت کے موافق اس کی تربیت کرتے ہیں اسی واسطے مریدوں کو اپنے حالات کی اطلاع دوسروں کو کرنے سے ممانعت کرتے ہیں کہ اس میں دونوں کا حرج ہے مگر جو محقق شیخ نہیں وہ سب کو ایک لکڑی سے ہانکتے ہیں جو سخت نامناسب ہے۔

مشکلات کیوں ہیں اور حل کیا ہے

سختی رہ سے نہ ڈر ہاں اک ذرا ہمت تو کر   گامزن[1] ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں
کام کر خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک   ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

راستہ مشکل نہیں ہمت نہ کرنے سے مشکل ہو رہی ہے راستہ پر لگنے اور پہنچنے کی ہمت کر کے لگنا مشکل نظر آرہا ہے جسے راہ کی مشکل سمجھا ہے ورنہ ایک نیک عمل دوسرے کا ذریعہ بن بن کر خود کام ہی کام کو آخر تک پہنچا دیتا ہے کم ہمتی سے شروع مشکل ہو رہا ہے آخر تک پہنچنا مشکل نہیں اور ہمت کرنا اپنے اختیار میں ہے ہمت کر کے لگ جائے اور پہنچ جائے۔

یہ نہ سمجھیے کہ ہم بشر سراپا شر[2] ہیں

شر سے ہے کون سا بشر خالی   ہاں مگر ہو نہ شر ہی شر خالی
کچھ تو سامان خیر ہو دل میں   اب تو ہے تیرا گھر کا گھر خالی

---

[1] قدم رکھنے والا [2] بدی

یہ صحیح ہے کہ بشر شر اور بدی سے خالی نہیں مگر انسان کے خمیر میں تو خیر و شر دونوں رکھے گئے ہیں اس لیے خالی شر ہی شر بدی ہی بدی نہ ہونا چاہیے خیر و نیکی کا بھی کچھ سامان رکھے دل کے گھر کو بالکل خالی نہ رکھے پھر چوں کہ انسانی خمیر میں غالب خیر کا حصہ ہے نیکی کا سامان جلد جمع ہو سکتا ہے اس گھر کو خالی نہ رکھنا آسان بھی ہے۔

گناہوں کا عذر لنگ

تو گناہوں کا خود ہے ذمہ دار — آڑ تقدیر کی نہ لے زنہار[1]
تیرے اس عذر پر ہے یہ صادق — خوئے بدرا بہانہ بسیار[2]

عام طور پر لوگ گناہوں پر یہ عذر کرتے ہیں کہ تقدیر میں ایسا ہی تھا ہم کیا کریں یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے بُری عادت کے سو بہانے کیوں کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کا عالم بنایا ہے اور اپنا یہ معمول فرما لیا ہے کہ تم جیسے اسباب اور ذریعے اختیار کرنا چاہو گے ہم ان کو اور ان کے نتیجوں کو وجود میں لا دیں گے جو نیکی کے ذریعوں کو اختیار کرنا چاہے گا اس کے لیے ان ذریعوں اور ان کے نتیجوں کو موجود فرما دیں گے جو بدی کے ذریعوں کو اختیار کرنا چاہے گا اس کے لیے ان ذریعوں اور نتیجوں کو پیدا فرما دیں گے اب ہر شخص ان اسباب اور ذریعوں کے اختیار کرنے میں خود ذمہ دار ہے اس واسطے گناہوں کے ذمہ دار ہم ہی ہیں ایسا بہانہ پیش کرنا تو گویا انسان کو مجبور محض ماننا ہوا یہ بہت غلط عقیدہ ہے

---

[1] ہرگز [2] بُری عادت کے واسطے بہت بہانے ہیں۔

آنکھ کی حفاظت

دیکھ تو آتشیں[1] رخوں کو نہ دیکھ ان کی جانب نہ آنکھ اٹھا زنہار[2]
دور ہی سے یہ کہہ الٰہی خیر وَقِنَا[3] رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "نامحرم پر ناجائز نگاہ کرنے پر قیامت میں سیسہ پگھلا کر آنکھوں میں ڈالا جائے گا۔" اس لیے اس گناہ کو ہلکا گناہ نہ سمجھا جائے چونکہ دیکھنا اختیار میں ہے اس لیئے دیکھنے کی ہمت کر کے نہ دیکھنا بھی اختیار میں ہے ہرگز اس طرف آنکھ نہ اٹھائی جائے۔ آج کل کی آوارگی کا عام اثر یہ ہو رہا ہے کہ اس کو بجائے برا سمجھنے کے سراہا جا رہا ہے بدمعاش شاعروں نے تو اس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اور بعض صوفی کہلانے والوں نے تو طرح طرح کے بہانے تراشے ہیں انہوں نے تو دین کو بگاڑ کر بدمعاشیوں کا اڈہ بنا دیا ہے۔ اللہ ان کو سمجھے۔

عشق مرض بھی ہے دوا بھی ہے

مرے سب درد کھوتے دردِ دل نے یہی درماں[4] بھی ہے آزار[5] بھی ہے
محبت کو جو دیکھے جس نظر سے یہی پُرخار[6] بھی گلزار بھی ہے

عشق الٰہی کا درد دل ہو ظاہر میں ایک تکلیف بھی ہے سارے درد کھو دیتا ہے نہ کبھی

---

[1] آگ کی طرح بھڑکدار رخسار والے [2] ہرگز [3] اے اللہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا [4] علاج
[5] تکلیف [6] کانٹوں والا

تنگی وفقر کا فکر نہ راحت وآرام کی کاوش نہ مصیبت و رنج کا اثر نہ کسی کی موت وحیات کا غم بس ایک رضائے الٰہی کی دُھن آخرت کی فکر دیدار الٰہی کا شوق دنیوی ہر چیز کا ایسا علاج کہ بالکل مطمئن بے فکر اور مگن بنانے والا اور آخرت کی لگن دیدار الٰہی کے شوق کی لذت ہے ظاہر میں آزار ہے نہ کھانے کے رہے نہ پہننے کے مگر حقیقت میں ہر فکر و آفت سے بے فکر کرنے والا اور آخرت کا ہر کام سہل کرنے والا ہے اب اس کو جس نظر سے دیکھو۔

زندگی کھوئی جا رہی ہے

جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی
جو اب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا تو پھر یہ سمجھ زندگانی گنوائی

زندگی ایک زبردست نعمت ہے مرنے پر دُنیا اسے روتی ہے مگر ہم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ یہ کدھر جا رہی ہے کہاں جا رہی ہے کیا زندگی کا یہی حاصل ہے کہ بس جانوروں کی طرح کھانا پینا رہنا سہنا لذت اُٹھانا سونا جاگنا کر لیا کیا ہماری زندگی کا یہی کام ہے جو ایک کافر بھی کر لیتا ہے کہ چند حروف پڑھ لیے لکھ لیے کہہ لیے سُن لیے سُنا لیے بہت سے بہت کسی کی کوئی ڈگری کیا یہی وہ غرض ہے جس کی تحصیل کے واسطے ہم مسلمان جو جنت کے باشندے یہاں آتے تھے کیا آدم علیہ السلام وہاں پیدا ہو کر اس کے لیے دُنیا میں آئے تھے۔ للہذا ہوش میں آئیے بچپن گیا جوانی بیت گئی یہ بڑھاپا گیا تو خسارہ ہی خسارہ رہا۔

آخرت سے بے فکری خطرناک ہے

مترس[1] از بلائے کہ شب درمیان است　　یہ پڑھ کر نہ سو شب بھر آرام ہی سے
ارے کوچ گو صبح ہونے پہ ہوگا　　مگر فکر توشہ تو کر شام ہی سے

"جس کے بیچ رات اس کی کیا بات" کے غلط معنی نہ لو صبح کے سفر کا شام سے سامان ضروری ہے ورنہ اس بدانتظامی اور بے فکری کا جو خمیازہ بھگتنا پڑے گا اسے سوچ لو آخرت کے عذابوں کے درمیان عمر کی راتوں کو سمجھ کر بے فکر نہ ہو جاؤ یہ خطرناک ہے انجام خود سوچ لو یہ بے فکری بُرا نتیجہ لائے گی جس کا کوئی علاج نہ ہو سکے گا۔ اس مشہور جملے کا مطلب تو یہ ہے کہ سامان سب جمع کر کے اپنی ساری کوششیں پُوری کر کے تیار رہو اور خُدا پر بھروسہ رکھو اندیشہ کو اپنے اوپر اتنا سوار نہ کرو کہ ان سب کاموں سے روک دے۔

شیخ کے ملفوظات کی ضرورت

مطرب[1] خوش‌نوا ترا دونوں جہاں میں ہو بھلا　　روزِ الست[2] جو سُنا نغمہ وہی سُناتے جا
یہ تری شانِ[3] آب گل تجھ سے ملک بھی ہیں خجل[4]　　جس نے دیا ہے دردِ دل گیت اُسی کے گائے جا

---

[1] اس مصیبت سے نہ ڈر جس کے بیچ میں رات ہے [1] اچھی آواز سے گانے والا [2] آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام اولاد کی روحوں کو جمع فرما کر سب سے فرمایا تھا الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا تھا بلی بیشک ضرور ہیں۔

[3] پانی مٹی سے پیدا ہونے کی حالت۔ [4] شرمندہ

خاک کے پتلے نے جب نفس و ایمان کی جنگ میں فتح حاصل کر لی اور اولیاؤں میں شامل ہو گیا جس کا درجہ فرشتوں کے رشک کا ہو گیا اس کے نورانی اور عشق الٰہی سے بھرے ہوتے دل سے وہی عشق الٰہی نکلتا ہے سننے والوں کے دلوں میں عشق کی آگ لگاتا ہے ہم کو وہی شراب الست مانگنے اور پینے کی ضرورت ہے اگر ایسا شیخ میسر آجاتے تو اس کی باتیں سُنیے ورنہ اس کے ملفوظات ہی پڑھیے یا سُنیے اس سے ٹھنڈے دل گرما جائیں گے اور سب کام سہل ہو جائیں گے۔

ملفوظات جِس قدر ہوں سُنے جائیں

مطربؔ خوشنوا بگو تازہ بتازہ نو بنو | چپ نہ ہو ہاں چپ نہ ہو گائے جا ہاں گائے جا
کیف نہ ہونے پائے کم پاس نہ آنے پائے غم | اے مرے دافع الم نغمے یوں ہی سنائے جا

اولیاء اللہ کے وعظ و ملفوظات روز روز سُننے چاہئیں ناغہ نہ ہو ان کے سننے سے جو رنج و غم دور ہو کر عشق الٰہی کا کیف و لذت پیدا ہوتی ہے وہ ناغہ سے کم ہو جاتی ہے ایسا التزام ہو کہ نہ کیف کم ہونے پاتے نہ فکر و غم لوٹ آئے تو زندگی کندن بن جائے۔

زندگی اسی قدر ہے جو ذکر میں لگی

مری زیست کا حال کیا پوچھتے ہو | نہ پیری نہ طفلی نہ اس میں جوانی
جو کچھ ساعتیں یادِ دلبر میں گذریں | وہی ہیں وہی میری کُل زندگانی

لے اچھی آواز سے گانے والا یعنی اچھی باتیں سُنانے والا ئے تکلیف کو دُور کرنے والا

مسلمان کی زندگی کا اصلی کام عبادت اور ذکر الٰہی ہے باقی سب کام انہی کو اچھی طرح انجام دینے کی سہولت کے واسطے ہیں اس لیے زندگی صرف اسی قدر ہوتی ہے جو یادِ الٰہی میں لگی باقی سب بے کار رہی اور پھر حق تعالیٰ کی ان نعمتوں کا حساب دینا ہوگا جو ہم نے بے کاری میں ضایع کی ہیں وہ نعمتیں اپنے اندر کے اعضا اور قوتیں بھی ہیں اور باہر کی ہر چیز بھی اب ہم حساب لگا کر تو دیکھیں کہ ہماری عمر کا کیا حصہ زندگی کہلانے کا حقدار ہے اور کیا نہیں اور کس کس چیز کا حساب ٹھیک ہے۔

طریق کا مقصود

قبول عشق میں مطلوب ہے وصول نہیں　　وصول ہیچ ہے مجذوب اگر قبول نہیں
وصول اسکو نہ ہرگز سمجھ فضول ہے یہ　　ہو لاکھ ایسا وصول اس سے کچھ حصول نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے بغیر بھی اگر ہر وقت کی یاد ہر آن اپنے کو حق تعالیٰ کے سامنے سمجھنے کا استحضار یکسوئی اور لگن پیدا ہو گئی تو یہ خُدا تک پہنچنا ہو گیا تو اوّل تو یہ دھوکہ ہوتا ہے یہ خدا تک پہنچنا ہی نہیں ہے اور اگر بفرضِ محال اس کو پہنچنا کہہ بھی لیا جائے تو یہ مقبول نہیں مقبول طریقہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہُوا طریقہ ہے اور وہی وصول کا طریقہ ہے یہ خلاف طریقہ نہ وصول نہ قبول بالکل فضول اور جو طریقہ مقبول نہ ہو ایسے لاکھ طریقے بھی لاحاصل ہیں۔ غرض مقصود مقبولِ الٰہی ہونا ہے وہ سُنت طریقہ سے ہے۔

---

[1] خدا تک پہنچنا۔

شیخ[1] سے فیض کا قاعدہ

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ[3] کے لیے اطلاع و اتباع[4] و عقیدت و انقیاد[5]
یہ مقفیٰ[6] قول ہے رنگین بھی سنگین بھی حضرت مرشد کا یہ ارشاد رکھ تا عمر یاد

ہر کام کے لیے اُستاد کی ضرورت دینی اصلاح کے لیے مرید ہونے کی ضرورت ہے جب پیر کے حق پر ہونے محقق اور ماہر و صاحب فیض ہونے کی خود یا ماہروں سے تحقیق کر کے مرید ہو گئے تو اب اس سے فیض حاصل کرنے کی چار شرطیں ہیں (۱) اطلاع کہ اپنے ہر دینی حال اور سخت سے سخت عیب کی اطلاع دی جاتے (۲) پیروی کہ جو جو کام بتلاتے وہ دل وجان سے پابندی سے کیے جائیں (۳) عقیدت کہ وہ بزرگ ہے خلاف شریعت نہیں اور ہمارے حق میں اسی کی تعلیم فائدہ مند ہے چاہے دُنیا میں اس سے بڑے بڑے مرتبہ کے لوگ بھی ہوں (۴) ہر بات میں اپنی رائے اور خواہش کو فنا کر کے اس کی ہر بات پر گردن جھکائی جائے بشرطیکہ شریعت میں وہ بالکل گناہ نہ ہو جب یہ چار باتیں حاصل ہو جائیں گی فائدہ ہو گا ورنہ خالی مرید ہو کر بیٹھ رہنے سے فائدہ خاص حاصل نہیں ہوتا۔

شیخ سے بے تعلقی کے وسوسہ اور اپنی رائے کو فنا کیجیے

ترا آستاں[7] اب کہیں چھوٹتا ہے جدھر آگئے ہم اُدھر آگئے ہم

---

[1] پیر کامل جو حق پر ہو [2] تحقیق والا ہو [3] فیض حاصل کرنا [4] پیروی [5] بات ماننا [6] قافیہ والا [7] چوکھٹ

نہ اب بُت[1] پرستی نہ اب مے[2] پرستی   یہ سب چھوڑ کر تیرے گھر آگئے ہم

اگر کسی بات پر شیخ ناراض ہو تو کہیں اور جانے کا وہم بھی نہ ہونا چاہیے اس سے آدمی ہمیشہ محروم رہتا ہے شیخ کو راضی کرنے کی فکر ہو بشرطیکہ شیخ شریعت کے موافق ہو کامل ہو محقق ہو ورنہ مخالف شریعت کا چھوڑ دینا واجب اور غیر کامل سے تعلق غیر مفید ہے اس کو چھوڑ دیا جائے اگر کام کیا گیا ہے تو فائدہ نہ ہونا خود معلوم ہو جائے گا اور پھر تمام بُری باتوں سے توبہ اور اپنی رائے اور خواہشات سے الگ ہو کر رہنا چاہیے۔

دین کا غم نکل جانے کی تمنا غلطی ہے

غمِ عشق جا کر بھی غم کم نہ ہو گا   کہ پھر غم نہ ہونے کا کیا غم نہ ہو گا
نہ کر غم کے جانے کی ہرگز تمنّا   گیا غم تو یہ دل کا عالم نہ ہو گا

کام میں لگے ہوئے حضرات پر کبھی غم بہت سوار ہو جاتا ہے تو وہ اس سے بچنے کی آرزو کیا کرتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے ایسے وقت دل کے انوار لگن اور عشق کا جو عالم ہے اگر غم دور یا کم ہو گیا تو یہ لطف وکیف جاتا رہے گا اور پھر ہمیشہ اس درد و غم کے نہ ہونے کا غم رہے گا لہٰذا اس کو نعمتِ الٰہی سمجھنا چاہیے۔

---

[1] یعنی گناہ [2] یعنی اپنی خواہش والے اور لطف وکیف کے طالب

موت کا اشتیاق

فزوں[1] اب تو ہر سانس پر درد دل ہے ۔۔۔ سکوں چارہ گر[2] ہو گا جب دم نہ ہو گا
عبث ہے[3] عبث ہے مداوا عبث ہے ۔۔۔ نہ ہو گا نہ ہو گا یہ اب کم نہ ہو گا

ظاہری بیماری سمجھ کر چارہ گر دوا کرنا چاہتے ہوں یا طعن کرتے ہوں تو یہ کہہ دیا جاتے کہ اس کی دوا کرنا بے کار ہے یہ کم نہیں ہو گا بلکہ چوں کہ اور ترقی کی کوشش ہے لہٰذا اب تو ہر سانس پر ان شاء اللہ زیادہ ہی ہو گا اور اس کی دوا موت ہے وہی آئے تو دُنیا کے پردے چاک ہو کر تجلی حاصل ہو اور قرار آئے موت کی تمنا دُنیا کی تکلیفوں سے گھبرا کر کرنا تو منع ہے شوق تجلی میں ثواب ہے۔

محبتِ الٰہی ہو تو مصیبت بھی راحت ہے

نظمِ[4] جہاں میں ہر طرف اب اختلال[5] ہے ۔۔۔ عالم تمام مظہر[6] شان جلال ہے
کچھ اس کا لطف اہلِ محبت سے پوچھئے ۔۔۔ شان[7] جلال بھی نہیں شان جمال ہے

عشق والوں کو تکلیفوں اور مصیبتوں میں بھی ایک ناز کا لطف آتا ہے محبت پیدا کیجئے یہ لطف حاصل کیجئے اور محبت ذکر الٰہی اور شیخ کی ہدایت سے حاصل ہو گی۔

---

[1] زیادہ [2] تیمار دار [3] بے کار [4] سارے جہاں کے انتظامات [5] خلل و فساد
[6] قہر کی صفت کے ظاہر ہونے کی جگہ [7] قہر کی صفت بھی صفت کرم ہے

شیخ کو ہر اطلاع دیجئے اور جلدی نہ کیجئے

وہ کتنا ہی شکستہ[1] ہو وہ کیسا ہی نکما ہو
نظر بر لطف ساقی[2] تو کیے جا پیش جام اپنا

بھرے گا یا نہیں کتنا بھرے گا اور بھرے گا کب
سروکار اس سے کیا تجھ کو کیے جا تو تو کام اپنا

دل کیسا ہی گندہ اور ایسے گناہوں میں بھرا ہُوا ہو جن کو دوسرے سے کہتے ہُوئے بھی شرم آتی ہو شیخ کے کرم پر نظر کرنا چاہیے گندگی کو نہ دیکھا جائے سب حال کہہ کے علاجات معلوم کرنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے طبیب سے بات چھپانا نقصان دیتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جلدی کی فکر نہ ہو دل پاک صاف ہو کر انوارِ الٰہی سے کتنا بھرتا ہے کب بھرتا ہے اس کی فکر نہ کی جائے کام میں لگا رہنا چاہیے ان شاء اللہ ایک دن بھرا نظر آئے گا۔

سب سے بڑی دولت عشقِ الٰہی ہے

سمجھتے ہیں اہلِ ممالک تو یہ
کہ بس بادشاہت بڑی چیز ہے

مگر جو ہیں اہلِ نظر اہلِ دل
وہ کہتے ہیں چاہت بڑی چیز ہے

جن لوگوں کی نظر چھوٹی ہے دُنیا ہی تک رہ گئی ان کا انتہائی کمال بادشاہت

---

[1] ٹوٹا ہُوا ہے [2] عشقِ الٰہی کی شراب پلانے والے کے کرم پر نظر کرکے۔

ہے مگر جن کو خدا تعالیٰ نے پاک دل اور صحیح آنکھیں دی ہیں وہ عشق الٰہی کے لطف کے سامنے کسی چیز کی بھی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے چناں چہ جن کو دولت ملی ہے ان سے اگر کہا جائے کہ بادشاہت لے لو اور اس سے خالی ہو جاؤ تو وہ منظور نہیں کر سکتے بلکہ پہلی بادشاہت کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

غلامی گناہوں کی سزا ہے

جو اکب غلامی کا ہے زیبِ مسلم[1] — کہ ہر چیز موزوں ہے اپنے محل میں
یہ اعمال بد کی ہے پاداش[2] ورنہ — کہیں شیر بھی جُتتے جاتے ہیں ہل میں

مسلمان وہی ہے جو خدا تعالیٰ کا خلیفہ بن کر آیا ہے عالم کی ہر چیز اس کی حکومت میں ہوتی ہے مگر ہم گناہوں میں پھنس کر خود محکوم بن رہے ہیں۔

اسلام مٹانے سے نہیں مٹ سکتا

مرا نقش ہستی نہیں مٹنے والا — بتوں کے مٹائے یہ مٹتا نہیں ہے
اسے مٹنے میں وہ مٹ جائیں گے خود — کہ یہ نقش سجدہ ہے قشقہ[3] نہیں ہے

دنیا بھر کی ہر کافر قوم ہمیشہ اسلام کو نیست و نابود کرنے کی تدبیریں کرتی رہتی ہے

---

[1] مسلمان کی زینت [2] سزا [3] ہندوؤں کا وہ نشان جو ماتھے پہ لگاتے ہیں (تلک)

مگر جس دین کا محافظ خدا ہو اس کا چراغ ان پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مسلمان کوئی تدبیر نہ کریں مسلمانوں کے ذمہ ہے کہ ہر کوشش اسلام کو باقی رکھنے کی اور پھیلانے کی کریں۔

عشق کی دیوانگی درکار ہو تو تصوف میں آؤ

جائے جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے   بھائے نہ جسے زندہ پھر کیوں ادھر آئے
سو بار بگڑنا جسے منظور ہو اپنا   وہ آئے یہاں اور بچشم و بسر آئے

عشق الٰہی کا دیوانہ جس کو نہ دنیا کے ساز و سامان کی طرف توجہ نہ فیشن اور زیب و زینت کا خیال نہ اچھے کھانے پینے کی پروا جس کو یہ دیوانگی اور یہ بگڑنا کہ جس پر دُنیا کا ہر سنورنا قربان ہے پسند ہو وہ یہاں آئے بسر و چشم آئے جو اسے عیب سمجھتا ہے وہ اپنا سر کھائے۔

شیخ کو بے پروا ہونا چاہیے

احسان جتا کر نہ کوئی میرے گھر آئے   احسان سراماں کر آئے اگر آئے
بیٹھا ہوں غنی ہو کے میں شاہ و گدا سے   سو بار غرض جس کو پڑے وہ ادھر آئے

خانقاہ عشقِ الٰہی کی دیوانگی کی جگہ ہے

کاشانۂ مجذوب ہے منزل گہِ مستاں　　جو اہلِ خرد آئے یہاں سوچ کر آئے
فرزانہ جسے بننا ہو جائے وہ کہیں اور　　دیوانہ جسے بننا ہو بس وہ اِدھر آئے

شیخ کی جگہ سے محبّت

اِس سہ دری[1] اشرف فردوس مکاں میں　　جب آئے زیارت کو تو با چشمِ تر آئے
جو بزم[2] بھری رہتی تھی مستانِ[3] خُدا سے　　خالی وہ نظر آئے تو کیوں جی نہ بھر آئے

جس کو محبت بہت ہے اور بے اختیار اس کے آنسو نکل آئیں یہاں انہی سے گفتگو ہے نقل والوں سے نہیں لوگوں نے بزرگوں کی جگہ کو آج کل جو کچھ بنا رکھا ہے وہ ڈھونگ اور دُنیا سازی ہے اور یہ حقیقت والوں کے لیے ایک بات ہے۔

کِسی کی دھن میں کھو جانا چاہیے

مجذوب ہے اور جلوہ[4] مستانہ کسی کا　　وہ اب نہیں اپنا ہو کہ بے گانہ کسی کا
وہ بزم ہے اور اک نئی ہر سُو[5] ہے تجلّی　　شمعوں سے گھرا بیٹھا ہے پروانہ کسی کا

---

[1] برآمدہ تین درو الا [2] مجلس [3] اہل اللہ [4] دیدار کی مستی و نشہ [5] طرف

ہر وقت کا دھیان ہر آن کی دُھن اور واردات قلب پر یہ حال ہونا چاہیے کہ جو کیف ادھر سے آتا ہے اس میں ایسا کھویا جائے کہ کسی کا نہ رہے بس پھر تجلی ہر طرف سے اسے گھیر لیتی ہے خود پروانہ مگر تجلیات کی شمعوں سے گھرا ہوا ہوتا ہے۔

ایک کے ہو رہو کسی کی پروا نہ رہے

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کُل جہاں نہ پوچھے

شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

جس کو رات دن یاد الہی کی لو لگی ہوگی اس کو یہ توکل حاصل ہوتا ہے وہ ہر چیز سے بے پروا ہر ایک سے بے غرض ہوتا ہے اس کے تمام کام خود خدا تعالے پورے کراتے ہیں کہ سب کے دل ان کے قبضہ میں ہیں اس لیے اس کی کوشش کے بغیر اس کے کام کر دیئے جاتے ہیں جس کا جی چاہے ایسا کر کے دیکھ لے۔

شیخ کا فیض

ز چشم محو حیرت کیف صد پیمانہ میریزم
من آں مستم کہ از جام تہی مے خانہ میریزم

چہ داند خلق رندی من درویش صورت را
مے صافی بزیر دلق در پیمانہ میریزم

خواجہ صاحب خود کامل شیخ تھے تو اپنا فیض گویا شیخ کی زباں میں شیخ کا فیض بیان

فرماتے ہیں یعنی میں ذات وصفات الٰہی میں حیرت رکھنے والی آنکھ سے سینکڑوں شراب خانوں کا کیف جناب کے دل میں ڈالتا ہوں وہ مست ہوں کہ خالی پیالہ یعنی حیرت زدہ آنکھ سے اس میں میخانہ کا میخانہ ڈال دیتا ہوں دنیا مجھ درویش صورت کی جو مولوی شکل یا معمولی مسلمان کی شکل میں ہے عارفانہ رندی کو کیا جان سکتی ہے میں تو فقیرانہ گدڑی کے اندر ہی اندر اس کے پیمانہ میں شراب معرفت ڈال دیتا ہوں کس طرح ظاہری اسباب اور ذریعوں کے بغیر دل میں معرفت بھری جاتی ہے یہ بیان میں نہیں آسکتا جیسے کوئی آم کا ذائقہ نہ جانتا ہو تو ذائقہ بیان نہیں کیا جا سکتا یہی کہا جاسکتا ہے کہ کھا کر دیکھ لو ایسے ہی یہاں بھی یہی ہے کہ کسی کامل شیخ سے یہ فیض حاصل کر کے دیکھ لو۔

ہمیشہ کی زندگی یادِ الٰہی میں گم ہوجانا ہے

نیابی تا ابد زین بعد ہرگز این چنین وقتے　　بصد کوشش عنانِ توسنِ عمرِ رواں درکش

بہ یادِ دوست اے مجذوب گم کن ہستی خود را　　چو عمرِ جاوداں خواہی بکار آں جانِ جاں درکش

تم اس وقت کے بعد ہرگز ایسا وقت نہ پاسکو گے لہٰذا سو کوشش کر کے ابھی عمرِ رواں کے گھوڑے کی باگ سنبھال لو۔ اے مجذوبؔ دوست کی یاد میں اپنی ہستی کو کھو دو اگر ہمیشہ کی زندگی چاہتے ہو تو اس جانِ جاں کو اپنی جان میں بسا لو۔

یعنی یہ دُنیا ہی عمل کرنے کی جگہ ہے مرنے کے بعد کوئی عمل نہ ہوسکے گا پھر ایسا وقت نہیں ملے گا عمر ضائع نہ کرو ان کی یاد میں گم ہو کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لو۔

خدا سے تعلق مضبوط کیجئے اور کسی چیز کی پروا نہ کیجئے

سوچ ماضی کو نہ استقبال کو ٹھیک رکھ بس تو تو اپنے حال کو
کیا ہُوا کیا ہوگا اس غم میں نہ پڑ تو عبث سر لے نہ اس جنجال کو

ہم کو جو کام سب سے پہلے کرنا ہے وہ خدا کی عبادت کو پوری طرح کرنا ہے اپنے اس حال کو ٹھیک کر لیا جائے باقی جنجال کیوں سر لیا یعنی اور کسی چیز کی ایسی مشغولی نہ ہو جس سے اس میں خلل آئے وہ چیز تو جو ہونی ہوگی ہوگی تم بے کار ہو جاؤ گے۔

عبادت میں دل لگنے کی فکر

دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں اس فکر کے پاس بھی نہ جانا
دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر تیرا تو ہے فرض دل لگانا

بہت لوگ پریشان ہوتے ہیں کہ نماز میں دل نہیں لگتا تو فرمایا کہ دل کو لگانا فرض ہے بار بار اس کو لگاتے رہو پھر ادھر اُدھر ہو جاتے پھر لگاؤ اپنی کوشش کرتے رہو یہ ضروری ہے اور دل لگنا ضروری نہیں اگر بے اختیار اِدھر اُدھر کا خیال آجاتے تو اس سے حرج نہیں ہاں اس کو باقی نہ رکھو پھر دل کو لگاؤ غرض خود کوئی خیال نہ لاؤ اور ویسے ہی آجاتے تو اسے ہٹا کر پھر دل لگاؤ پھر لگاؤ بس تمہارے ذمہ اتنا ہی ہے حدیث شریف سے یہی سمجھا گیا ہے۔

جنت[1] کے پھول نمبر ا کے پہلے صفحہ پر اس کی تحقیق آچکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

عبادت میں مزا نہ آئے تو چھوڑ نہ بیٹھو

لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری　　نہ پڑ امرِ غیر اختیاری کے پیچھے
عبادت کیے جا مزا گو نہ آئے　　نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے

مزا اختیار میں نہیں عمل کرنا اختیار میں ہے اور آدمی اس کام کا ذمہ دار ہے جو اختیار میں ہوتا ہے لہٰذا عمل کے ذمہ دار ہو مزے کے نہیں مزے کی فکر میں نہ پڑو ایسا نہ ہو کہ تم جسے پورا کام سمجھتے ہو یعنی مزے والی عبادت اس کی فکر میں بے مزہ کی آدھی بھی کھو بیٹھو۔ یہ آدھی اس کے سمجھنے کے اعتبار سے ہے ورنہ وہ تو خود ساری ہی ہے بلکہ اور زیادہ کیوں کہ اس میں مشقت ہوگی اور جس قدر مشقت ہوگی اسی قدر ثواب اور زیادہ ہوگا۔

جبلت نہ بدلے تو عمل تو بدلو

جبل[2] گردد اے دل جبلی نہ گردد　　یہ مانا درست اب جبلت[3] نہ ہوگی
مگر فعل بد سے تو بچنا ہے ممکن　　تری طبع بد پر عقوبت[4] نہ ہوگی

---

[1] مفتی جمیل احمد صاحبؒ کے ضبط کردہ ملفوظات حکیم الامت کا مجموعہ کتب خانہ جمیلی سے طلب فرمایئے　[2] پہاڑ
[3] خصلت　[4] سزا

یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بات تو جبلت ہوگئی یہ نہیں بدل سکتی اس سے بچنا اختیار میں ہی نہیں رہا تو یہ دو طرح غلط ہے ایک تو یہ کہ کوئی عادت جبلت نہیں ہو سکتی جبلت تو زیادہ سے زیادہ اس کے تقاضہ کے پیدا ہونے کو کہہ سکتے ہیں کہ اس بات کا تقاضہ طبیعت میں پیدائشی ہے۔ یہ نہیں بدل سکتا گو کمزور ہو سکتا ہے دوسرے پھر اس تقاضہ پر عمل کرنا اور بُرے کام کو کر بیٹھنا تو اختیار میں ہے رکنا بھی اختیار میں اس سے، ضروری ہے سزا طبیعت کے تقاضہ پر نہیں ہوگی اس کام کے کر گذرنے پر ہوگی لہٰذا کرنے سے بچنا چاہیے

کیسی ہی مشغولی ہو کچھ تو کام ہونا چاہیے

تو ہو کسی بھی حال میں مولا سے لو لگائے جا
قدرتِ ذوالجلال میں کیا نہیں گڑگڑائے جا

بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں پرے
گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑپھڑائے جا

کیسی ہی مشغولی ہو کام ہوں فرصت نہ ہو معمولات کو کسی نہ کسی طرح کچھ نہ کچھ ادا کرتے ہی رہو ورنہ عادت چھوٹ کر مشکل ہو جائے گی پھر دل اچاٹ ہو جائے گا اور بالکل بے کار ہو جاؤ گے۔

اپنا کام کرتے ہی رہو

اشک یونہی بہائے جا دل کی لگی بجھائے جا
آہیں بھی کھینچ کھینچ کر آتشِ غم بڑھائے جا

حُسن تماشہ دوست کے عشق کرشمہ ساز تو　　کھیل یونہی نئے نئے شام و سحر دکھائے جا

اگر کوئی ثمرہ بھی معلوم نہ ہو تو بھی رونا پیٹنا رکھو ان کے حسن کو یہ رونا بلبلانا ہی پسند ہے اسی کے کھیل دکھاتے رہو اسی پر ایک دن کرم ہو جائے گا۔

ثمرات کی ہوس نہ ہو

ضرب ہیں کسی کے نام کی دل پہ یونہی لگائے جا　　گو نہ ملے جواب کچھ در یونہی کھٹکھٹائے جا
کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر　　تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

ہم ایک فقیر ہیں صدا لگاتے رہیں ذکر کرتے رہیں جب کرم ہوگا مل جائے گا اپنی طرف سے صدا لگانے میں کوتاہی نہ ہو اور ممکن ہے فقیر کی طرح صدا پسند ہو اور دیر ہو تو ہوس نہ کی جائے۔

فنا سے ہی ترقی ملتی ہے

ہاں مجھے مثل کیمیا خاک میں تو ملائے جا　　شان مری گھٹائے جا رتبہ مرا بڑھائے جا
سب ہوں حجاب برطرف دیکھوں تجھی کو ہر طرف　　پردے یونہی اُٹھائے جا جلوے یونہی دکھائے جا

فنا یعنی اپنی خواہشیات اور اپنی رائے کو بالکل مٹائے اور اپنی ہستی کو اپنی نظر میں کچھ نہ سمجھنے اور اس مٹانے کو بھی کچھ نہ سمجھنے سے ہی ترقی ہوتی ہے اس لیے اس کی دُعا ہے کہ یہاں خاک میں ملا کے شان گھٹا کے اپنے یہاں رُتبہ اور بے حجاب جلوہ دکھائیے

ہر قدم پر آگے کی تمنا و التجا چاہیے

جام پہ جام لائے جا شانِ کرم دکھائے جا
پیاس مری بڑھائے جا روز نئی پلائے جا

پوری نہیں ہے بیخودی کرتا ہوں التجا ابھی
ہوش مرے اُڑائے جا اور ابھی چھکائے جا

دین کے معاملہ میں قناعت بُری چیز ہے یہ صرف دُنیا کی چیزوں کے لیے ہے جو بات حاصل ہو چکے اس سے آگے کی التجا کریں شیخ سے عرض کر کر کے عمل کرنا اور ترقی کرنا چاہیے جب شیخ کی ضرورت نہ رہے گی خود یہ فکر رکھی جاوے۔

شیخ کے اصلاحی چرکے

تیری بلا سے کچھ ہو بس تو تو ادا دکھائے جا
روتا ہے رو ترے گُل جہاں تو یونہی مسکرائے جا

غم سے کہاں فراغ ہے دل پہ تو روز داغ ہے
قبضہ میں تیرے باغ ہے نت نئے گل کھلائے جا

شیخ کبھی فقط زبان سے کبھی فقط دل سے کبھی دونوں سے مریدوں کے دلوں پر ان کی لغزشوں کی اصلاح کے لیے چرکے لگاتے ہیں لوگ تلملا بھی اُٹھتے ہیں کیف بھی پاتے

ہیں یہ کشتہ بنا کر ہی سونا بناتا ہے یہی نسخہ کیمیا ہے یعنی انسان کی شان فنا ہو کر ہی رُتبہ ملتا ہے۔

وقت سے گھبرائیے نہیں

دیکھ یہ راہِ عشق ہے ہوتی ہے یہ یونہی طے
سینہ پہ تیر کھائے جا آگے قدم بڑھائے جا

یہ نہیں ظلم دشمناں یہ ہے جفائے جانِ جاں
صورتاً اگر تو بھی ہاں روتے میں مسکرائے جا

کبھی کبھی جو وقت پیش آتی ہے پریشانی اور دل کی گھٹن ہو جاتی ہے تو گھبرانے کی بات نہیں یہ عشق ہے کوئی کھیل نہیں ہے یہاں ناز بھی ہوتا ہے جفائیں بھی ہوتی ہیں کس منہ سے اپنے آپ کو کہتے ہو عاشق اسی میں گھبرا نکلے تو کیا کام ہو سکتا ہے۔ مگر یہ سب آپ ہی کے فائدے کے لیے ہوتا ہے۔

کام کا گُر

رہنا نہ چاہیے تو اگر مفت کے انتشار میں
پیشِ نظر یہ گُر رہے دیکھ تلاش یار میں

اپنے جو بس کی بات ہو رہ بس اسی میں منہمک
پیچھے نہ اس کے پڑ کبھی جو نہ ہو اختیار میں

حضرت حکیم الامت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ آدھا طریق اس میں آگیا کہ اختیار کے کام میں کوتاہی نہ ہو بے اختیار کی فکر نہ ہو للہذا یہ بڑا زبردست گُر ہے دین کے مسئلے تو اس سے حل ہوتے ہی ہیں دُنیا کی مشکلات بھی دور ہوتی ہیں ہر ہر بات کو اس کسوٹی

پر خود پرکھ لیا جائے ورنہ ایک ایک بات کر کے لکھا جاتے تو کئی کتابوں میں بھی اس کی پوری تفصیل نہیں سما سکتی اس کی یہ مثالیں ابھی گذری ہیں عمل اختیاری کیفیات غیر اختیاری وسوسوں اور پریشان خیالات کا لانا باقی رکھنا اختیاری ان کا خود آنا غیر اختیاری گناہ کا کام کرنا اختیاری اس کا طبیعت کا تقاضہ غیر اختیاری نیک کام کرنا اختیاری ثمرات غیر اختیاری وغیرہ وغیرہ ہر اختیار کی فکر اور غیر اختیاری سے بے فکری ہونی چاہیے۔

وسوسوں پر توجہ نہ کیجئے

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو کیوں غم　　　عبث اپنے جی کو جلانا بُرا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے　　　وساوس کا لانا کہ آنا بُرا ہے

عبادتوں میں جو اِدھر اُدھر کے متفرق خیالات آتے ہیں ان سے پریشان نہ ہوں ان کا خود آنا بُرا نہیں باقی رکھنا یا سوچ کر لانا یہ بُرا ہے اور ان کا علاج یہی ہے کہ اُن کی طرف توجہ نہ کی جائے جی نہ جلایا جائے۔

ہر حالت کی تسلی

مالک ہے جو چاہے کر تصرف　　　کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب　　　حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

یہ ایک بڑا زبردست علاج ہے ہر مصیبت تکلیف اور پریشانی کا ہر ایسے موقع پر یہ سوچنا چاہیے کہ بغیر اللہ تعالےٰ کے حکم کے کچھ نہیں ہو سکتا وہ مالک ہیں مالک جس حالت میں بھی رکھے مملوک کو راضی رہنا ہے وہ حاکم ہیں جو حکم ہے سر آنکھوں پر ہے وہ حکمت والے ہیں ہر بات میں ایک دو نہیں لاکھوں حکمتیں ہیں چاہے ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں اس فکر کے بعد ان شاء اللہ تعالےٰ ساری مشکلیں آسان نظر آئیں گی اور بالکل پریشانی نہ رہے گی۔

کام میں دل لگنا

کام کر دل لگا کے پھر بھی اگر نہ لگے دل تو کچھ ملال نہ کر
حسب ارشادِ حضرتِ مُرشد فعل کر فکرِ انفعال نہ کر

کرنے کا کام تو فعل یعنی کام کا کرنا ہے اسی کی فکر ہونی چاہیے اور انفعال یعنی اثر لینا کوئی کرنے کی چیز نہیں غیب سے ہوتا ہے تم اپنے کرنے کے کام کی فکر میں لگو جو تمہارے کرنے کا نہیں اور تمہارے کیے ہوئے والا نہیں اس کی فکر میں نہ پڑو کام کرو اثر کی فکر نہ کرو۔

تصوّف کے سب طریقوں کا حاصل ایک ہے

طرقِ عشق جو ہیں سب کا خلاصہ اے دل بس یہی ہے وہ سے غافل نہ کسی آن رہے

اس کا اِک گُر تجھے تلقین کیے دیتا ہوں　　　ذکر اور فکر رہے دُھن رہے اور دھیان رہے

تصوف کے چاروں سلسلے ایک ہی ہیں کہیں بُری عادتوں کو پہلے دور کیا جاتا ہے اس کے بعد عمدہ اخلاق حاصل کرائے جاتے ہیں کہیں عمدہ اخلاق پہلے اور بُری عادتیں کو بعد میں رکھا جاتا ہے مقصود سب کا ایک ہے کہ دل خدا سے کسی وقت غافل نہ ہو ہر وقت اس کا استحضار ہو کہ خدا کے سامنے ہے جیسے کہ حدیث شریف میں عبادتوں کے لیے یہی حسن فرمایا ہے اس کام کا آسان گُر یہ ہے ذکر و فکر دُھن اور دھیان۔

غم کا دینا بھی ایک ادا ہے

یہ بھی ہے ادائے حُسنِ یار کی بے رُخی نہیں　　　برہمیٔ مزاجِ دوست ناز ہے برہمی نہیں
اُٹھ بھی یہاں سے بوالہوس بیٹھ نہ عاشقوں میں تو　　　تاب اگر حُسن تجھے یار کے ناز کی نہیں

مسلمان پر اور خاص کر دیندار پر پریشانیاں مشکلات و مصائب ناراضی اور خفگی نہیں ہوتی ایک ناز ہوتا ہے اگر ناز کی تاب نہیں ہے تو عاشقوں کی فہرست سے تم خارج ہو اور عشق و محبت کا دعویٰ غلط ہے۔

قطبِ وقت کی وفات سے فتنے

یہ کس نے زمانہ سے پھیری نگاہیں　　　یہ دُنیا میں کیا انقلاب آ رہا ہے

جو رات آرہی ہے بُری آرہی ہے | جو دن آرہا ہے خراب آرہا ہے

بزرگوں کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ میں بعض اس پایہ کے ہوتے ہیں کہ ان کی برکت سے سارا عالم فتنہ و فساد سے بچا رہتا ہے ان کی وفات ہُوئی اور فتنوں کا سلسلہ کھڑا ہُوا حضرت خواجہ صاحب اس وقت سے سات سال پہلے فرما رہے ہیں کہ خدائے قدوس کا کوئی ایسا برگزیدہ دُنیا سے گیا ہے جس کی برکتوں سے امن عالم برقرار تھا اور اس کے بعد فتنوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

قطب الارشاد کی رحلت سے قلوب میں فرق

معمُور تھا جلووں سے اور ارمانوں سے کیا کیا | اب دل ہے اور اک خانہ برباد کا عالم
وہ رنگ نہ وہ ڈھنگ نہ وہ لطف نہ وہ کیف | کچھ اور ہے اب عالمِ ایجاد کا عالم
بیٹھا ہوں نظر نیچی کیے سر کو جھکائے | گلشن میں ہے اب خانہ برباد کا عالم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد حضرات صحابہ کے قلوب مبارک پر ایک ایسا اثر ہوا تھا کہ فرماتے ہیں اَنْکَرْنَا قُلُوْبَنَا ہمیں اپنے دل اوپرے لگنے لگے ان نورانی دلوں پر اس اثر کی ایسی مثال سمجھئے کہ چودھویں رات کا چاند غروب سے پہلے سے موجود ہوتا ہے مگر سارا عالم سُورج کی روشنی سے منور تھا غروب کے بعد ایک دم رات معلوم ہوتی ہے گو پھر چاند کی چمک سے کام چلتا ہے یا جیسے روشنی میں سے اندھیری جگہ آ کر ایک دم کچھ نظر نہیں آتا بعد میں نظر آنے لگتا ہے تو حضور کے پردہ

میں ہو جانے سے یہ اثر ہوا تھا۔

ایسے ہی حضور کے غلاموں میں قطب الارشاد منصب کو وہ درجہ کہاں اور ان کی نسبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے اس کی وفات سے دلوں میں ایک دم یہ محسوس ہوتا ہے کہ خالی خالی رہ گئے جس وقت حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی وفات ہوئی خواجہ صاحب عشار کی نماز سے فارغ ہوتے تھے ایک دم یہ حال ہو گیا تھا جو اشعار میں آیا پھر انوار چمکے۔

شیخ کا غم

کوئی مزا مزا نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

سب کا غلط ہے گمان زندہ ابھی ہوں میں کہاں
وہ جو ہے اپنا جانِ جاں پہلو میں جب وہی نہیں

لاکھ ہنسی کی بات ہو لب پہ مگر ہنسی نہیں
غنچۂ دل بس اب مرا بہر شگفتگی نہیں

بادِ صبا ہوا بر ہو موسم نو بہار ہو
کوئی شگفتہ کر سکے ہائے وہ یہ کلی نہیں

شیخ کی یاد کا فیض

شام شب فرقت میں بھی انوار سحر ہیں
اے نور مجسم یہ تیری یاد کا عالم

دل نور جگر نور زباں نور نظر نور
یہ کیا ہے مری خاطر ناشاد کا عالم

بر وفات حسرت آیات

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی نوراللہ مرقدہ

تاریخ وفات، ۲۲ رجب ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء

کون اُمّت کے دُکھوں کا اب بتائے گا علاج
آہ رخصت ہو گئے وہ مفتی اعظم بھی آج

نبضِ امت پر رکھے گا کون انگشتِ شفاء
کون بیمارانِ مِلّت کے لیے دے گا دَوا

کون شفقت سے سُنے گا سب کے اشکالات کو
حل کرے گا کون اہل دین کے شبہات کو

راہ رو کو منزلِ مقصود تک لائے گا کون
قوم کو ظلمت کدہ میں راہ دکھلائے گا کون

ہر عمل میں ہو گا خود قرآن کی تفسیر کون
بن کے دکھلائے گا اب اسلاف کی تعبیر کون

کس سے ہوگا عام اب یہ درس فقہ و اجتہاد
کِس کے فتووں پر کریں گے اہل دانش اعتماد

اٹھ گیا ہے اجتہاد و فقہ کا دُرِ عظیم
ہو گئی ہے بالیقیں اب مسندِ افتا یتیم

جا رہا ہے کون یہ اشکوں کا طوفاں چھوڑ کر
قلب حیراں، روح بریاں، چشم گریاں چھوڑ کر

کِس کی میت ہے یہ کاندھوں پر بتا اے بیخودی
دیکھتے ہیں حسرتوں سے جس کو علم و آگہی

کس کے دم سے تھی بہارِ جاوداں کی رونقیں
اُٹھ گیا ہے کون لے کر گلستاں کی رونقیں

وہ سَراپا علم و دانش زہد و تقویٰ کا عَلَم
یاد کر کے رو رہے ہیں جس کو قرطاس و قَلَم

وہ سَراپا دین کا پیکر تھی جس کی زندگی
سنت اسلاف کا مظہر تھی جس کی زندگی

ہرادا تھی جس کی دینِ حق کا پیغام ثبات
ہر عمل تھا جس کا ملت کے لیے درسِ حیات

وہ سراپا مسلکِ اسلافِ دیوبند کا ثبوت
وہ سہارنپور کے درسِ مظاہر کا سپوت

مسلکِ تھانہ بھون کی ایک تابندہ شناخت
زندگانی جس کی تھی سُنت کی اک زندہ شناخت

اسعد اللہ اور خلیل احمد کا تلمیذ رشید
خانقاہ اشرف و امداد اللہ کا حفید

وہ سعید احمد کا داماد اور سعید احمد کا پوت
خاندان اشرف و امداد اللہ کا سپوت

اب کہاں سے لائیں گے وہ پیکر علم و عمل
کب ملے گا امت مرحوم کو نعم البدل

علم و دانش کے در و دیوار سب افسردہ ہیں
جامعہ کے یہ گل و گلزار سب افسردہ ہیں

ہر جگر افسردہ ہے ہر آنکھ ہے آج اشکبار
کون اٹھا ہے کہ جس پر آسمان ہے سوگوار

مسند تحقیق لگتی ہے کوئی افسانہ آج
یہ ادارہ اشرف التحقیق ہے ویرانہ آج

ہر اُفق پر آج کس کے علم و دانش کی ہے دھوم
یاد کرتا ہے کسے ہر گوشۂ دار العلوم

میکدہ سے اُٹھ گیا ہے وہ حسیں وہ خوب رو
عمر بھر روئیں گے جس کو جام و مینا و سبو

کون لے کر چل دیا یوسف کو اس بازار سے
سِسکیاں سُنتا ہوں عارفؔ ہر در دیوار سے

عارفؔ اُن کے نقش پا اِک جادہ جمشید ہیں
اپنی سیرت سے وہ اب بھی زندہ جاوید ہیں

مشرف علی تھانوی
۲۰-۳-۹۵

دل میرا ہو جائے اک میدان ہُو
تو ہی تُو ہو، تُو ہی تُو ہو، تو ہی تُو

غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور میرے تن میں بجائے آب و گل
درد دل ہو، درد دل ہو، درد دل

——— مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ———

تیرے سِوا معبُودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سِوا مقصُودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سِوا موجُودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سِوا مشہُودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ

لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

تجھ سے دم بھر بھی مجھے غفلت نہ ہو
تیرے ذکر و فکر سے فرصت نہ ہو
دل میں تیری یاد لب پر نام ہو
عمر بھر اب تو یہی بس کام ہو

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

لُطفِ دُنیا کے ہیں گے دن کے لیے
کھو نہ جنّت کے مزے ان کے لیے
یہ کِیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ
تو نے ناداں گُل دیئے تِنکے لیے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

فکرِ دُنیا تجھ کو صبح و شام ہے
اس سے غفلت ہے جو اصلی کام ہے
کچھ دنوں سہہ لے مشقّت دین کی
پھر تو بس آرام ہی آرام ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ

جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر: 54000
پوسٹ کوڈ نمبر: 2074 فون: 042-6370371, 6073310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)

32- راجپوت بلاک، نصیر آباد، باغبانپورہ لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54920
فون: 042-6861584-6551774, 0300-9489624

Waseem Graphics 0300-4165728